OPEN ACCESS

Al-Marjān Research Journal

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan
المرجان ریسرچ سنٹر، لاہور

HJRS
ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان سے Y کیٹگری منظور شدہ

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Educational Environment and Training Factors for Children: An Analytical Study in the Light of Islamic Principles

بچوں کے لیے تعلیمی ماحول اور تربیتی عوامل: اسلامی اصولوں کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1. **Naimat Ullah Khan** (Corresponding Author)
   PhD Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Pakistan.
   Email: **naimatmphil@gmail.com**
2. **Najeeb Ullah Khan**
   Lecturer, The University of Faisalabad, Faisalabad, Pakistan.

Citation

Khan, Naimat Ullah and Najeeb Ullah Khan." Educational Environment and Training Factors for Children: An Analytical Study in the Light of Islamic Principles."*Al-Marjān Research Journal* 3,no.4, Oct-Dec (2025): 46−61.

Submission Timeline

Received: Sep 05, 2025
Revised: Sep 16, 2025
Accepted: Oct 03, 2025
Published Online: Oct 10, 2025

Publication & Ethics Statement

Al-Marjān Research Journal

Article QR

Published by *Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.

© The Authors. No conflict of interest declared.

This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

CC BY

ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY | INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System | DRJI Directory of Research Journal Indexing

Educational Environment and Training Factors for Children: An Analytical Study in the Light of Islamic Principles

بچوں کے لیے تعلیمی ماحول اور تربیتی عوامل: اسلامی اصولوں کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

☆ نعمت اللہ خان　　　☆ نجیب اللہ خان

Abstract

Education remains a cornerstone of human development across eras, with the learning-teaching continuum spanning from birth to death. Formal education necessitates foundational elements—learner, teacher, learning, society, teaching, and curriculum—any absence of which renders the process incomplete. The core objective is to nurture children's potentials, interests, and inclinations, transforming them into productive societal contributors, thereby sustaining social equilibrium through effective teacher-led training. This analytical study, rooted in Islamic principles, Quranic injunctions, and Prophetic traditions, examines critical factors for optimal child training in contemporary educational settings. It underscores ignorance as darkness and knowledge as light, advocating parental adornment of children with beneficial worldly and hereafter-oriented knowledge. Revelation's initiation with "Iqra" (Read) highlights knowledge's primacy, with all sciences tracing Quranic origins. Parents and educators must foster spiritual, intellectual, physical, individual, familial, social, and moral growth, aligning with the child's innate *fitrah* (Islamic disposition). Educational goals encompass divine proximity, faith fortification, ideological resilience, skill enhancement, and character refinement. Responsibilities of parents (first educators) and institutions are delineated, alongside balanced religious (*madaris*) and secular curricula. Teachers' pivotal role demands diligence, ethical modeling, and adaptive pedagogy, eschewing corporal punishment for compassionate guidance. Integration of modernity—technology, sciences—while preserving Islamic ethos is imperative. Etiquettes of knowledge-seeking emphasize intention, respect, patience, and dissemination. In Pakistan's context, amid technological influx and cultural shifts, Islamic training ensures balanced personalities obedient to Allah, societally beneficial, and hereafter-successful, countering vices through enlightened upbringing.

Keywords: Islamic Education, Child Training, Parental Role, Teacher Ethics, Religious-Secular Balance, Moral Development, Modern Integration.

تعارف موضوع

تعلیم ہر دور میں بنی نوع انسان کی بنیادی ضرورت رہی ہے۔ انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک سیکھنے سکھانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ باقاعدہ تعلیم کے لیے کچھ بنیادی عناصر ناگزیر ہیں جن میں متعلم، معلم، تعلم، معاشرہ، تدریس اور نصاب شامل ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی کمی تعلیمی عمل کو ادھورا کر دیتی ہے۔ تعلیم کا مقصد بچوں کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات کو پروان چڑھا کر معاشرے کا مفید رکن بنانا ہے تاکہ معاشرہ

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم قرآنیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، بہاولپور، پاکستان۔
☆ لیکچرر، یونیورسٹی آف فیصل آباد، فیصل آباد، پاکستان۔

توازن قائم رکھ سکے۔ یہ تجزیاتی مطالعہ اسلامی اصولوں، قرآنی احکامات اور سنت نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی روشنی میں موجودہ تعلیمی اداروں میں بہتر تربیت کے عوامل کا جائزہ لیتا ہے۔ جہالت تاریکی اور علم روشنی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا زیور پہنائیں۔ وحی کا آغاز "اقرأ" سے علم کی اہمیت اجاگر کرتا ہے اور تمام علوم کی بنیاد قرآن ہے۔ والدین اور اساتذہ روحانی، ذہنی، جسمانی، انفرادی، عائلی، اجتماعی اور اخلاقی نشوونما کو فروغ دیں۔ بچہ فطرتاً اسلام پر پیدا ہوتا ہے، والدین اس کی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ مقاصد میں قرب الٰہی، عقیدہ کی مضبوطی، صلاحیتوں کی نشوونما اور کردار سازی شامل ہیں۔ موجودہ دور میں والدین اور اداروں کی ذمہ داریاں، دینی وعصری توازن، اساتذہ کا کردار، اخلاقی تربیت، جسمانی سزا سے گریز اور جدیدیت کی آگاہی پر زور دیا گیا ہے تاکہ بچے معاشرے کے متوازن افراد بنیں۔

تعلیم وتربیت میں بنیادی عوامل:۔

تعلیم ہر دور میں بنی نوع انسان کے لیے بنیادی ضرورت رہی ہے۔ انسان کے لیے اس دنیا میں آنے سے لے کر مرنے تک سیکھنے سکھانے کا عمل جاری رہتا ہے۔ باقاعدہ طور پر تعلیم کے حصول کے لیے کچھ بنیادی عناصر کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ ان ضروری عناصر کے بغیر نہ ہی تعلیم و تعلم کا ماحول بن سکتا ہے اور نہ ہی سیکھنے سکھانے کے عمل کا سوچا جا سکتا ہے۔ ان بنیادی عناصر میں یہ عناصر شامل ہیں:

۱۔ متعلم۔

۲۔ معلم۔

۳۔ تعلم۔

۴۔ معاشرہ۔

۵۔ تدریس۔

۶۔ نصاب۔[1]

ان بنیادی بنیادی عوامل میں سے اگر کوئی ایک عنصر بھی نہ ہو تو تعلیم کا عمل مکمل نہیں ہوتا۔ تعلیم کا مقصد ہی بچوں کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات کو اس قابل بنانا اور اس مقام تک لانا ہوتا ہے کہ وہ معاشرے میں ایک مفید رکن کے طور پر خدمات سرانجام دے سکیں۔ جب ایک معلم کسی فرد کی بہتر طور پر تربیت کرے گا تو اس صورت میں ہی معاشرہ اپنا توازن برقرار رکھ سکے گا۔ دورِ حاضر میں بچوں کے لیے تعلیمی اداروں میں بہتر تربیت کے لیے جو عوامل ضروری ہے ان کی راقم وضاحت بیان کرے گا جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ مقاصدِ تعلیم:۔

جہالت تاریکی ہے اور علم روشنی ہے۔ جہالت صرف علم سے ناواقف ہونا ہی نہیں ہوتا بلکہ جہالت اپنے ساتھ بہت سی برائیاں بھی لے کر آتی ہے۔ جو برائیاں جہالت سے پیدا ہوتی ہیں انہیں ختم کرنے کے لیے ایک لمبا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں والدین کو چاہیے کہ بچوں کو علم کے زیور سے آراستہ کریں اور انہیں ایسا علم مہیا کریں جو دین اور دنیا میں انہیں کامیاب کرے۔ قرآنی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر وحی کی ابتداء بھی علم کے حصول کی ہدایت سے ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱقۡرَأۡ بِٱسۡمِ رَبِّكَ ٱلَّذِي خَلَقَ ١ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ مِنۡ عَلَقٍ ٢ ٱقۡرَأۡ وَرَبُّكَ ٱلۡأَكۡرَمُ ٣ ٱلَّذِي عَلَّمَ بِٱلۡقَلَمِ ٤ عَلَّمَ ٱلۡإِنسَٰنَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ٥﴾[2]

---

[1]. Mumtāz Aḥmad, Dr., Prof., *Rahbar ʻIlm al-Taʻlīm* (Lahore: Quraishī Brothers, 2014), 23.

(اے محمد ﷺ!) اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو، اور تمہارا رب بہت کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

قرآن مجید کا نزول ہی لفظ پڑھنے سے ہوا ہے اور دین اسلام کی ابتداء بھی علم کی اہمیت واضح کرنے سے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی کی ابتداء کی تو یہی کہا پڑھیے اور اس مرحلے سے ہی علوم کی ابتداء شروع ہو گئی تھی جو موجودہ وقت میں تمام علوم رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے علم کو بنیاد بنا کر اُسی پر کھڑے ہیں۔ اس وقت دنیا میں جتنے بھی علوم موجود ہیں ان کی بنیاد قرآن ہے اور کسی نہ کسی طرح وہ قرآن مجید سے راہنمائی لے رہے ہیں۔ والدین گھر میں اور اساتذہ تعلیمی اداروں میں بچوں کو ایسی تعلیم کی طرف رغبت دیں جو انہیں علم و بصیرت کی گہرائیوں سے واقفیت دے۔ بچے روحانی، ذہنی، جسمانی، انفرادی، عائلی، اجتماعی اور اخلاقی تعلیمات جیسے اعلیٰ اور پاکیزہ مقاصد اور ان کی اہمیت سے روشناس ہوں۔ اس سے ان کے عقیدے مضبوط ہوں اور ایمانی حلاوت سے مزین ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے اس بات کو دیکھا جا سکتا ہے کہ جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے فطرتاً وہ اسلام پر ہوتا ہے اور مسلمان ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ ، وَيُنَصِّرَانِهِ كَمَا تُنْتِجُونَ الْبَهِيمَةَ ، هَلْ تَجِدُونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ؟ حَتَّى تَكُونُوا أَنْتُمْ تَجْدَعُونَهَا۔"[3]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں، جیسے تم جانور کو جنتے ہو، کیا تم اس میں کوئی کٹا ہوا (عضو) پاتے ہو؟ یہاں تک کہ تم خود اسے کاٹتے ہو۔"

بچہ جو بھی پیدا ہوتا ہے فطرتاً وہ مسلمان ہوتا ہے اس کے بعد اس کی تربیت کا ذمہ خدا تعالیٰ نے اس کے والدین کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ اس کی تربیت کس طریقہ سے کرتے ہیں۔ والدین کا تعلق جس مذہب سے تعلق ہوتا ہے اولاد بھی خود بخود اسی مذہب کی طرف رجحان رکھتی ہے۔ مسلمان ہونے کے ناطے والدین بچوں کو شروع سے ہی اسلام سے واقفیت دیں اور اسلامی تعلیمات کو ان کے ذہن کا حصہ بنائیں۔ موجودہ دور میں والدین بچوں کو جو تعلیم دیں اس کے مقاصد میں قربِ الٰہی، معرفت الٰہی، عقیدہ کی مضبوطی، اسلام کے مخالف نظریات سے خود کو محفوظ رکھنا، صلاحیتوں کی نشوونما اور سیرت و کردار سازی پر مشتمل ہونی چاہیے۔

اسلامی تعلیمات کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس میں بھی تعلیم کا بنیادی مقصد معرفت الٰہی کا حصول ہے۔ موجودہ وقت میں جو برائیاں اور خرافات پھیلی ہوئی ہیں انہیں روکنا ممکن نہیں سوائے ایک طریقے کے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ نئی نسل کو دینی علوم سے واقفیت دی جائے۔ ان علوم کے سیکھنے سے دنیا میں خدا تعالیٰ کے احکامات کی پیروی ممکن ہو گی۔ اگر ان علوم سے والدین اولاد کو ناواقف رکھیں گے تو نہ وہ دنیا میں کامیاب ہو سکیں گے اور نہ ہی آخرت میں کامیابی حاصل ہو گی۔ اس حوالہ سے فیصل احمد ندوی لکھتے ہیں:

"اسلامی نقطہ نظر سے بچوں کو تعلیم دینے کے حوالہ سے جن چیزوں کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے ان میں توحید اور ارکانِ اسلام کی تعلیم، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور سیرت نبوی ﷺ کی تعلیم، قرآن سکھانا، دعائیں سکھانا اور آداب و اخلاق کی تعلیم دینا ہے۔"[4]

[2]. Al-ʻAlaq, 96:1–5.

[3]Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʻīl, Imām Bukhārī, *Al-Jāmiʻ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh ﷺ wa Sunanihi wa Ayyāmihi* (Beirut: Dār al-Taʼṣīl, 2012), Kitāb al-Qadar, Bāb Allāh Aʻlam bi-mā Kānū ʻĀmilīn, Ḥadīth No. 6608, 8:344.

[4]Nadwī, Fayṣal Aḥmad Bhaṭkalī, *Bachchon ke Aḥkām wa Masāʼil* (Lucknow: Idāra Iḥyāʼ al-ʻUlūm wa

اسلامی نظریے میں انسان کو نیکی کرنے اور برائی سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بچوں کو جو بھی تعلیم و تربیت دی جائے اس میں ان باتوں کا جاننا اور بچوں کو بھی واقفیت دلانی ضروری ہے کہ جو علم وہ حاصل کر رہے ہیں اس علم کا مقصد اس کی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اگر والدین صحیح معنوں میں اسلامی تعلیمات پر بچوں کو عمل کروائیں گے تو ہی ان کے دونوں جہاں سنوریں گے۔ والدین اس نیت سے بچوں کو اسلامی علوم سکھائیں کہ وہ بچے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنیں گے۔ بچے جب اسلامی طور طریقوں کے نفاذ کے لیے معاشرے کی اصلاح کریں گے تو اس کا ثواب والدین کو بھی ملے گا۔ معاشرے کی اصلاح کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی نیکیاں صدقہ جاریہ میں شمار ہوں گی اور مسلسل ان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

2۔ تعلیمی ادارے اور والدین کی ذمہ داریاں:۔

والدین بچے کی پہلی درسگاہ ہوتے ہیں۔ ان کا کردار بچے کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں بے حد اہم ہوتا ہے۔ والدین بچے کو دنیا میں آنے کے فوراً بعد سے ہی مختلف باتیں سکھاتے ہیں۔ ان کی محبت، تربیت اور نگرانی بچے کی ابتدائی شخصیت سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جب والدین بچوں کو تعلیمی اداروں کا حصہ بناتے ہیں تو اس وقت سارا نظام تعلیم اساتذہ کے ذمہ نہ لگا دیں بلکہ خود بھی بچوں کے معاملات کا خیال رکھیں۔ والدین گھر میں اور اساتذہ تعلیمی ادروں میں بچوں کی اپنے اپنے حساب سے تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔ والدین بچوں کو محبت اور ذہنی سکون فراہم کریں اور انہیں تکلیفوں اور مصیبتوں سے دور رکھیں۔ محبت بھرا ماحول بچوں کی خود اعتمادی اور شخصیت کی تشکیل کے لیے اہم ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے والدین کو بچوں کے لیے رحمت کے طور پر پیش کیا ہے اور بچوں کی ایسی تربیت کرنے کا حکم دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ فرمانِ الہیٰ ہے:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ﴾[5]

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا۔

والدین جب گھر میں بچوں کی بہتر تربیت کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ تعلیمی اداروں کے ساتھ بچوں کی تربیت کے معاملہ میں تعاون کر رہے ہیں۔ اسی طرح والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو صاف ستھرا کر کے سکول بھیجیں۔ بچے جب سکول سے گھر واپس آئیں تو انہیں دیا گیا سبق اور کام یاد بھی کروائیں اور لکھنے والا بچوں سے لکھوانا بھی والدین کی ذمہ داری ہے۔ بچے جب سکول کا کام گھر سے مکمل کر کے جائیں گے تو انہیں کلاس میں شرمندگی کا سامنا نہ کرنے پڑے گا۔ والدین بچوں کو سکول میں ہونے والی دیگر جسمانی اور سماجی سرگرمیوں کے لیے بھی تیار کیا کریں۔ یہ سرگرمیاں ان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی کے ساتھ ساتھ نشوونما میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ تعلیمی ادارے اور والدین دونوں ہی بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تعلیمی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو بہترین تعلیمی ماحول فراہم کریں اور ان کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی تربیت کا پورا خیال رکھیں۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کی تعلیم میں باقاعدہ کردار ادا کریں۔ ان کی اخلاقی تربیت کریں اور ان کی زندگی کے ابتدائی مراحل میں صحیح رہنمائی فراہم کریں۔ دونوں کی کوششیں ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت رکھتی ہوں تو بچے کی تربیت اور تعلیم کے میدان میں بہترین نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

Da‘wa, May 2011), 266.-
[5]Al-Anfāl, 8:29

3۔ دینی و دنیاوی تعلیم:۔

اسلامی ممالک میں اس وقت دو طرح کے تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں۔ ان میں دینی مدارس اور دوسرے عصری تعلیمی ادارے ہیں۔ دینی مدارس جو کہ مخصوص دینی نصاب کے ذریعہ بچوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں اور دوسرے عصری تعلیمی ادارے ہیں جو دنیاوی تعلیم کے فروغ میں کوشاں ہیں۔ اس میں راقم دینی اور عصری تعلیمی اداروں کی الگ الگ وضاحت کرے گا۔

ا۔ دینی مدارس:۔

دینی مدارس کے طلباء اور اساتذہ اصحابِ صفہ کے طرز پر رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے امین ہیں۔ اسلامی ملک میں رہنے اور مسلمان ہونے کے ناطے والدین بچوں کی تعلیم کا آغاز دینی علوم سے کرتے ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو دین اسلام بھی اسی بات کا حکم دیتا ہے کہ بچوں کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کیا جائے اور نماز کا حکم دیا جائے۔ بچہ جب سمجھدار ہوتا ہے تو والدین اس کی تعلیم کا آغاز قرآنی قاعدہ سے کرتے ہیں۔ مسلمان بچوں کی تعلیم کے آغاز سے متعلق مولانا محمد رابع لکھتے ہیں:

> "مذہبی معاشروں میں مذہبی علم سے ابتداء کی جاتی ہے اور مذہب کی بنیادی کتاب کی حروف شناسی سے آغاز کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں قرآن مجید کی حروف شناسی کی تعلیم ہی مدرسہ کی تعلیم کا آغاز بنتی ہے۔ مذہب کے اثرات کی بتدریج کمی سے اب یہ سلسلہ کمزور ہو رہا ہے۔ قرآن مجید کے حروف شناسی کے بعد قرآن مجید ناظرہ پڑھایا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایسے قصے اور واقعات بچوں کو بتائے اور پڑھائے جاتے ہیں جو مذہب کی تعلیمات اور روح سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔"[6]

والدین بچوں کو دینی علوم کی تعلیم لازم دلوائیں کیونکہ موجودہ دور میں لوگ جدیدیت کے چکر میں اسلامی تعلیمات سے دور ہو رہے ہیں۔ دینی علوم سے واقفیت اور دین اسلام کے فروغ کے لیے دینی علوم کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر والدین بچوں کو دینی علوم دلوائیں گے تو اس کا فائدہ بچوں کو بھی اور والدین دونوں کو دنیا اور آخرت میں ہو گا۔ دینی تعلیم کے حصول کے لیے صرف لڑکوں کو ہی نہیں بلکہ لڑکیوں کو بھی چنا جائے اور انہیں بھی دینی علوم سے واقفیت دلائی جائے۔ مدارس میں بچوں کو جو علوم پڑھائے جاتے ہیں ان علوم میں قرآن مجید بنیاد ہوتا ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید کی فہم کے لیے تفاسیر اور احادیث مبارکہ سے راہنمائی لی جاتی ہے۔ دینی مدارس میں جو علوم زیادہ پڑھائے جاتے ہیں ان مضامین کی تفصیل یہ ہے:

"**اسلامی مضامین:** قرآن، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، کلام و عقیدہ، فقہ اسلامی، علم فرائض، سیرت النبی ﷺ اور تاریخ اسلام۔

عربی مضامین: نحو، صرف، فن بلاغت، عربی ادب اور عربی انشاء۔

دیگر علوم: منطق، فلسفہ، انگریزی، حساب، تاریخ اور فلسفہ۔"[7]

دینی مدارس اسلام کی حفاظت کی درسگاہیں ہیں۔ والدین بچوں کو دین اسلام کی حفاظت میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے بچوں کو دینی مدارس میں داخلہ دلائیں اور کوشش کریں کہ وہ دینی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کریں۔ جب بچے دینی تعلیم اور اسلامی نظام سے بخوبی واقف ہوں گے تو اسلام کی خدمت کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کی بھلائیاں بھی حاصل ہوں گی۔

[6] Nadwī, Muḥammad Rābi‘ Ḥasanī, Maulānā, *Samāj kī Ta‘līm wa Tarbiyat* (Lucknow: Maktaba Islām, February 2004), 70–71.
[7] Raḥmānī, Khālid Sayfullāh, Maulānā, *Dīnī wa ‘Aṣrī Darsgāhein: Ta‘līmī Masā’il* (Hyderabad: Al-Mahd al-‘Ālī al-Islāmī, November 2011), 43.

۲۔ عصری تعلیمی ادارے:۔

جہاں دینی مدارس تعلیم کے فروغ میں محنت کر رہے ہیں وہیں عصری تعلیمی ادارے بھی اپنے حساب سے علم کی روشنی سے جہاں کو منور کر رہے ہیں۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی بچوں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ موجودہ دور میں والدین دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم سے بھی بچوں کو روشناس کروائیں۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو علم کے حصول کا کہتا ہے اور اس میں دینی اور دنیاوی دونوں علوم شامل ہیں۔ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ہم عصری یا جدید تعلیم کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ﴾[8]

کہو کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو علم کی فضیلت کے بارے میں واضح طور پر بتایا ہے کہ علم رکھنے والے اور جو علم نہیں رکھتے ان کے درمیان فرق ہے اور بہتر انہی کو بتایا گیا ہے جنہوں نے علم حاصل کیا اور عقل سے کام لیا۔ اسی لیے والدین بچوں کو دینی تعلیم دلوائیں اور دنیاوی تعلیم نہ دلوائیں تو بچے دینی علوم میں تو مہارت حاصل کر لیں گے لیکن دنیاوی علوم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ اس ترقی یافتہ دور میں دنیاوی حساب سے جاہل تصور ہوں گے۔ اس لیے سرپرست کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کو دینی اور دنیاوی علوم میں مہارتیں دیں تاکہ بچے وقت اور حالات کے ساتھ چل سکیں۔

والدین بچوں کو جب تعلیمی ادارے میں داخل کروائیں تو اس سے پہلے لازمی طور پر بچے کو اتنا پختہ کریں کہ وہ تعلیمی ادارے میں جو مضامین پڑھے گا ان سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب بچہ کلاس میں جائے گا تو تعلیمی حساب سے اس کا ذہن پختہ ہو گا اور وہ کلاس میں باقی بچوں سے بہتر معلومات رکھتا ہو گا۔ انہی معلومات کی بنیاد پر اس میں اس قدر حوصلہ اور ہمت پیدا ہو گی کہ وہ دلچسپی لے کر پڑھے گا اور کوشش کرے گا کہ وہ کلاس میں سب سے آگے رہے اور تعلیمی میدان میں بھرپور کارکردگی دکھائے۔

ایک فرد جو دینی اور دنیوی دونوں طرح کے علوم وفنون میں مہارت رکھتا ہو گا تو اُس کے علم کی بدولت ہی معاشرے میں نکھار آئے گا اور برائیاں خود بخود ختم ہوں گی۔ جب والدین بچوں کو دینی و دنیاوی علوم سے بہرہ ور کریں گے تو اس صورت میں معاشرہ جن برائیوں سے دوچار ہو گا وہ برائیاں اس فرد کی بہتر تربیت کی وجہ سے ختم ہو سکیں گی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ علم روشنی ہے اور اُس روشنی سے پورا معاشرہ منور ہوتا ہے۔ اسی بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

> "ہر برائی کو الگ الگ دور کرنا اور ان کا علیحدہ علیحدہ مقابلہ کرنا آسان نہیں لیکن تمام برائیوں اور مفاسد کا اصل سرچشمہ جہالت اور علم سے محرومی ہے۔ کسی سماج میں جب علم کی روشنی آجائے تو خود بخود سماج کی برائیاں دور ہو جائیں گی اور علم و دانش کی آگ ان کو پھونک کر رکھ دے گی۔"[9]

اسلامی تعلیمات ہمیں سکھاتی ہیں کہ علم انسان کی زندگی میں ایک قیمتی نعمت ہے جسے حاصل کرنے کے لیے انسان کو محنت، لگن اور غور و فکر کی ضرورت ہے۔ والدین اور اساتذہ کے ذمہ ہے کہ وہ بچوں کو کس طرح کا علم فراہم کرتے ہیں اور ان کی دینی و دنیوی زندگی میں کس حد تک کامیابی کا حصول ممکن بناتے ہیں۔

---

[8] القرآن 39:9۔
[9] Raḥmānī, *Dīnī wa ʿAṣrī Darsgāhein*, 174.

4۔اساتذہ کا کردار:۔

گھر میں بچوں کے اساتذہ والدین ہوتے ہیں جو ان کی تربیت کے ساتھ تعلیم بھی دیتے ہیں۔گھر کے بعد جب بچے باقاعدہ تعلیم کے حصول کے لیے تعلیمی اداروں کارخ کرتے ہیں تو تعلیمی ادروں میں تعلیم وتربیت کے لیے اساتذہ موجود ہوتے ہیں۔والدین اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ وہ جس ادارے کا انتخاب بچے کی تعلیم وتربیت کے لیے کر رہے ہیں کیا وہ ادارہ اس قابل بھی ہے کہ بچے کی وہاں اچھی تعلیم وتربیت ہوسکے گی۔اگر استاد اور سکول کا ماحول اس قابل ہو گا کہ وہاں بچوں کی تربیت اچھی اور بہترین جو وقت کی ضرورت اور اسلامی ضوابط سے مناسبت رکھتی ہو تو پھر بچوں کی تعلیم کا آغاز کیا جائے۔تعلیمی ادارے میں مرکزی کردار استاد کا ہی ہوتا ہے جو بچوں کی تعلیم وتربیت کرتا ہے اسی لیے استاد کو چاہیے کہ وہ محنت کا عادی ہو۔اگر استاد محنتی ہو گا تو ہی وہ بچوں کا مستقبل بہتر بنا سکے گا۔اسی حوالہ سے محمد بن جمیل لکھتے ہیں:

"استاد اپنے کام میں مہارت رکھتا ہو، تعلیم کے ہر اسلوب پر اسے مہارت ہو،اپنی ذمہ داری اور طلباء سے محبت رکھتا ہو اور بہترین تربیت کے لیے اپنی ہر ممکن کوشش کرتا ہو مفید معلومات سے ان کے علم میں اضافہ کرتا ہو۔اچھی اور عمدہ معلومات،عادات واخلاق سے روشناس کراتا ہو۔بُری عادات سے انہیں دور رکھنے کی کوشش کرتا ہو۔ایسا شخص ہی ان کی بیک وقت تعلیم اور تربیت کرتا ہے۔"[10]

استاد ہی بچوں کی دینی اور دنیاوی تربیت کرتے ہیں۔بچے سارا دن سکول میں استاد کے زیرِ سایہ اور استاد کی دی ہوئی تربیت کے زیر اثر رہتے ہیں۔استاد کو چاہیے کہ وہ اخلاق میں سب سے بہتر ہو تاکہ استاد کا اخلاق دیکھ کر بچے معاشرے میں اخلاقیات کے فروغ کا باعث بنیں۔بچوں کے ایسے عمل کی وجہ سے استاد اور والدین دونوں کی عزت افزائی ہوتی ہے۔استاد بچوں کو ایمانداری سے تعلیم کے زیور سے آراستہ کرے اور جیسے علم و عرفان کی خود طلب رکھتا ہو ویسا ہی بچوں کو علم دے۔بچوں کو ایسے جذبات سے روشناس کرائے جو انہیں مزید علم کی جستجو اور لگن دلوائیں۔جو چیز خود پسند کرے بچوں کے لیے بھی وہی پسند کرے۔بچوں اور معاشرے کو مقصود عوامل کے ادا کرنے میں مستعد ہو۔اس حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔"[11]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان معلم کا ایمانداری سے متعلم کو تعلیم دینے کے حوالہ سے ہے۔معلم کو اس بات کا بھی خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ جو بھی بات بچوں کو کرے اس پر خود بھی عمل کرے۔یہ نہ ہو کہ وہ بچوں کو کسی کام کے کرنے سے روکے اور اس کے فوائد ونقصان سے بچوں کو واقفیت دلائے لیکن خود وہ کام کرے تو اس سے بچوں کے ذہنوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔اگر استاد کا قول اور فعل ایک جیسا ہو گا تو اس کی بات میں اور نصیحت میں اثر ہو گا۔اگر معلم خود اپنی بات پر قائم نہ رہ سکنے والا ہو گا تو وہ بچوں کو جو تعلیم دے گا اس تربیت کے مرحلے پہ ناکام ہو گا۔اگر بچوں

10 Muḥammad ibn Jamīl, Shaykh, *Bachchon kī Taʿlīm wa Tarbiyat* (Lahore: Ḥadībiya Publishers, April 2004), 48.

11 Al-Bukhārī, *Al-Jāmiʿ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh ﷺ wa Sunanihi wa Ayyāmihi*, Kitāb al-Īmān, Bāb min al-Īmān an Yuḥibb li-Akhīhi mā Yuḥibb li-Nafsihi, Ḥadīth No. 13, 1:198.-

کو اُن آداب و اخلاق پر پختہ رکھنا ہو تو استاد خود بھی ان باتوں پر عمل کرے جن باتوں کی تعلیم بچوں کو دے رہا ہو گا۔ اس عمل کو اسلامی تعلیمات میں بھی ناپسند کیا گیا ہے کہ جو بات دوسروں کو کہی جائے اس پر خود عمل نہ کیا جائے۔ اس حوالہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[12]

اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک بہت بڑی نفرت کی بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو نہ کرو۔

اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ مومن جب دوسروں کو کسی بات کی نصیحت کریں تو انہیں چاہیے کہ خود بھی عمل کریں۔ اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوں گے۔ استاد جب کلاس میں سبق پڑھائے تو اس بات کو ذہن میں رکھے کہ اس کے سامنے جو بچے موجود ہیں ان سب کا مقیاس ذہانت ایک جیسا نہیں ہے۔ تعلم کے معاملہ میں اساتذہ بچوں کو انتہائی توجہ سے درس و تدریس کا عمل کروائیں جو بچے جلدی سبق سمجھ لیں انہیں چھوڑ کر ان بچوں کی طرف توجہ کریں جو سبق کے معاملہ میں پریشانی کا شکار ہوں۔ استاد جماعت میں ایسا رویہ رکھے کہ اس کے رویہ سے طلبہ کے اندر علم کا ذوق و شوق، عمل کا جذبہ اور خود اعتمادی پیدا ہو۔

بعض اساتذہ کند ذہن بچوں کو سبق سمجھانے کے دوران بے عزت کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سبق پوچھتے ہوئے ہچکچاہٹ کا شکار ہوتے ہیں۔ بچے بے عزتی کے خوف سے سوال نہیں کرتے اسی لیے اساتذہ اپنے رویوں کو درست کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ بچے آزادانہ ان سے سوال کر سکیں۔ استاد ہی ہیں جو بچے کو بناتے بھی ہیں اور بگاڑتے بھی ہیں۔ اگر استاد کا رویہ بچے کے ساتھ مشفقانہ ہو گا تو ایک کند ذہن بچہ بھی سیکھنے لگ جائے گا اور خود کو بہتری کی طرف لائے گا۔ اس کے برعکس اگر ذہین بچے کے ساتھ بُرا رویہ رکھا جائے تو اس کا ذہن زنگ آلود ہو جائے گا اور وہ سیکھنے کے عمل سے کوسوں دور چلا جائے گا۔

5۔ تعلیم اور اخلاقی تربیت:۔

اساتذہ اور والدین دونوں مل کر بچے کے اخلاق کو بہتر کرتے ہیں۔ اگر موجودہ دور میں دیکھا جائے تو والدین اور اساتذہ بچوں کی تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دے رہے ہیں لیکن ان کی تربیت میں اخلاقیات کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ وہ بچوں کی عادتوں، خوش گوئی اور ملنساری جیسے معاملات کو نظر انداز کر رہے ہیں جبکہ یہ بنیادی کام تھے جنہیں اصلاح کی ضرورت تھی۔ اخلاق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بڑی اہمیت کے حامل ہے۔ اس کائنات میں موجود ہر چیز سے انسان کا کسی نہ کسی واسطے سے تعلق ہے اور جب وہ اسی تعلق کو اچھے طریقے سے انجام دیتے ہیں تو وہ اس کے فضائل اخلاق میں آجاتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر وہ ان افعال کو بُرے طریقے سے انجام دیں تو وہ رزائل اخلاق میں آجائیں گے۔ اب یہ بات والدین اور اساتذہ پر منحصر ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کس حساب سے کرتے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں اعلیٰ اخلاقی کردار کے فروغ کے لیے جہاں اساتذہ کی تعلیمی صلاحیتوں کو اہمیت دی جانی چاہیے وہیں ان کی سیرت و کردار پر بھی خصوصی توجہ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ دین اسلام بھی انہی لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جن کے اخلاق اچھے ہوں۔ اگر اساتذہ اچھے اخلاق کے حامل ہوں گے تو بچے بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلیں گے اور اچھے اخلاق کے مالک بنیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾[13]

[12] Al-Ṣaff, 61:2–3-
[13] Al-Furqān, 25:63.

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں، اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہتے ہیں: "سلام"۔

ان آیات میں رحمٰن کے بندے انہیں کہا گیا ہے جو غرور و تکبر کی بجائے عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر ان سے ایسے افراد مخاطب ہوں جو عقل نہیں رکھتے تو یہ ان بے سمجھ لوگوں سے بات کرتے ہوئے سلام کہتے ہیں۔ سلام کرنا اور خصوصاً سلام میں پہل کرنا عاجزی کی علامت ہے اور اچھے اخلاق کی نشانی ہے۔ جو نیکی میں پہل کرتا وہ غرور و تکبر کی بجائے عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔ اس لیے ایسے افراد سے اللہ خوش ہوتا ہے اور انہیں دونوں جہانوں میں عزتوں سے نوازتا ہے۔

دین اسلام بہتر تعلیم و تربیت پر زور دیتا ہے۔ اگر تعلیم و تربیت کا معیار بہتر ہو گا تو بچے کے اخلاق بھی اچھے اور نیک ہوں گے۔ اچھے اخلاق خدا تعالیٰ کے قرب کا باعث ہوتے ہیں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خوش کرے گا تو اس صورت میں خدا تعالیٰ کا قرب اور معرفت حاصل ہو گی۔ یہ تب ہی ممکن ہو گا جب ہم بچوں کو اچھے اخلاق کا عادی بنائیں گے۔ اگر اساتذہ اور والدین میں اچھے اخلاق ہوں گے تو بچے خود بخود اچھے اخلاق اپنائیں گے۔ اس لیے والدین اور اساتذہ عملی طور پر بچوں کو اخلاق کی تعلیم دیں۔ دین اسلام سب سے زیادہ زور اخلاق پر دیتا ہے۔ دین اسلام کی ترویج کا ذریعہ ہی اخلاقیات تھیں۔ اس حوالہ سے سید تنویر بخاری لکھتے ہیں:

"اخلاق حسنہ کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ٹھہرا اور یہی اخلاق ایک بہتر اور مثالی معاشرہ قائم کرنے میں مدو معاون ثابت ہوئے چنانچہ اسلام ہر کلمہ گو سے حسن اخلاق کا مطالبہ کرتا ہے۔"[14]

مسلمان ہونے کے ناطے اگر ہم دیکھیں تو جس نبی رحمت ﷺ کے ہم امتی ہیں ان کی ساری زندگی حسن اخلاق پر مبنی ہے۔ آپ ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے ہمیں بھی آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اگر ہم بھی حسن سلوک والا معاملہ رکھیں اور بچوں کو بھی اسی بات کی ترغیب دیں کہ وہ بھی سب کے ساتھ چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں تو معاشرہ بہتری کی طرف آئے گا۔ اس سے معاشرے میں اچھائیوں کا فروغ ہو گا اور بُرائیوں کا خاتمہ ممکن ہو گا۔ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک کو یوں بیان کیا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾[15]

اور بے شک تم عظیم اخلاق پر ہو۔

استاد بچوں کو اس آیت کا مصداق بتائیں کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے اخلاق سے دین اسلام کو فروغ دیا۔ کوئی بھی انسان دوسرے شخص کو متاثر کیے بنا آزادانہ زندگی نہیں گزار سکتا۔ اگر کسی کو بھی متاثر کرنا ہو تو اس میں اخلاقیات سے زیادہ کوئی چیز معنی نہیں رکھتی۔ اگر اچھے اخلاق سے دوسروں کے ساتھ پیش آئیں گے تو وہ دوسروں کے سامنے آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کریں گے۔ اس کے برعکس اگر اخلاق کا عمل اچھا نہ ہو گا تو لوگ اچھائی سے یاد نہیں کریں گے۔ جب بھی کہیں بھی کوئی کسی کو یاد کرتا ہے تو اس میں اچھائی یا بُرائی والے الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے اور ساتھ استاد اور والدین کو بھی یاد کیا جاتا ہے۔ استاد اور والدین کو اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ ہی ان کی تربیت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اگر اچھے الفاظ میں یاد کیا جائے گا تو اس میں عزت اور عظمت والدین اور اساتذہ کی ہی ہو گی۔ اگر بُرے الفاظ میں بچوں کی نسبت کوئی استاد یا والدین کو یاد کرے گا تو اس میں ذلت کا سامنہ بھی والدین اور استاد دونوں کو کرنا پڑے گا۔

[14] Bukhārī, Tanwīr, *Islāmī Akhlāq wa Taṣawwuf* (Lahore: Ever New Book Palace, n.d.), 13.
[15] Al-Qalam, 68:4.

اخلاق استاد اور والدین کی اصل طاقت ہیں۔ استاد جب علم میں تو اعلیٰ مقام رکھتا ہو لیکن اخلاق نہ ہوں تو اس وقت وہ طلبہ کی تربیت میں ناکامی کا سامنا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر استاد علم میں اتنا زیادہ ماہر نہیں لیکن تربیت کرنے اور اخلاقیات میں بلند ہے تو وہ بچوں کی تربیت اچھی اور اعلیٰ درجہ کی کر سکتا ہے۔ اس لیے اساتذہ اپنی اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دیں تاکہ وہ اعلیٰ قسم کے اخلاقی طور پر تیار بچے معاشرہ کو دے سکیں۔

6۔ جسمانی سزا اور تربیت:۔

سیکھنے سکھانے کے عمل میں بچوں ے ساتھ ایسا عمل کرنا جس میں انہیں درد کا احساس ہو اسے جسمانی سزا کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ یہ عمل چاہے والدین کریں یا اساتذہ دونوں کی طرف سے اچھا عمل نہیں ہے۔ اس میں کچھ والدین اور اساتذہ ایسے ہوتے ہیں جو بچوں کو کچھ بھی نہیں کہتے چاہے وہ اچھا یا بُرا کر رہے ہوں لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بلاوجہ بچوں کی سرزنش کرتے ہیں اور جسمانی تکالیف پہنچاتے ہیں۔ دور حاضر میں بچوں کو مار کی بجائے پیار سے رکھنے کا عمل چل رہا ہے اور بہت سے تعلیمی اداروں کے باہر بھی لکھا ہوا ملتا ہے کہ "مار نہیں پیار"۔ اسی عمل کو مدِ نظر رکھ کر بچوں کی جسمانی سزا کے بارے میں محمد حنیف جالندھری لکھتے ہیں:

> "عصرِ حاضر میں وقت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کا طریقہ کار یکسر تبدیل ہو چکا ہے۔ آج کل عصری تعلیمی اداروں میں طلبہ کی بہتر تعلیم کے دوران مار پیٹ اور سخت لہجہ کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے اور معاشرے کے افراد اپنے بچوں کے تعلیمی سلسلہ کے دوران استاذ اور ادارے کی جانب سے سخت رویے اور انتہاء پسندی قرار دیتے ہیں اور ان کے موجب لعن وطعن ٹھراتے ہیں۔"[16]

زمانہ قدیم میں بچوں کو کام نہ کرنے کی صورت میں جسمانی سزا کے عمل سے گزارا جاتا تھا تاکہ وہ دوبارہ سستی اور کام چوری نہ کریں گے۔ سزا کو اصلاح کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اور والدین بھی اساتذہ سے اس معاملہ میں پوچھ گوچھ نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہوتے تھے کہ اساتذہ نے اگر سختی کی ہے تو اس کا مطلب اصلاح ہے۔ جبکہ موجودہ دور میں سزا کو غیر مؤثر اور نقصان دہ عمل سمجھا جاتا ہے۔ سزا کو تشدد کے معانی میں لیا جاتا ہے۔ والدین کے نزدیک سزا دینے سے بچے کی صلاحیتوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ سزا سے بچے میں مایوسی آتی ہے اور وہ کام کرنے سے ڈرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ تعلیمی عمل کو چھوڑ سکتا ہے۔ اگر تعلیمی میدان میں دیکھا جائے تو جن بچوں کو مار کا ڈر ہوتا ہے وہ پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر وہ تعلیمی ادارے میں رہیں بھی تو کام نہیں کرتے اور بہانہ تراشی کرتے ہیں۔ سزا میں مارنا اگر مقصود ہو تو چہرے کو بچا کر مارا جائے اور اس قدر مارا جائے کہ جسم پر نشان نہ پڑیں۔ اس حوالہ سے حدیث مبارکہ ہے:

> " إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبُ الْوَجْهَ۔"[17]
>
> جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے لڑائی کرے تو چہرے سے بچے۔

فرمانِ نبوی ﷺ میں جسمانی سزا سے منع کیا گیا ہے اور چہرہ اس حالت میں بھی محفوظ رکھا گیا ہے۔ اخلاقی طور پر دیکھا جائے تو بھی جسمانی سزا سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ جب ایک شخص کو جسمانی اذیت دی جائے گی تو وہ اپنی بے عزتی محسوس کرے گا۔ اسی طرح جب استاد کلاس میں اور والدین کسی کے سامنے بچے پر تشدد کریں گے تو بچے میں انتقامی جزبات ابھریں گے۔ اس حالت میں بچہ انتقامی کاروائی کرے گا۔ جسمانی سزا کا عمل

[16]Jālandharī, Muḥammad Ḥanīf, Maulānā, *Madāris ke liye Niẓām-e-Taʿlīm wa Tarbiyat* (Multan: Shuʿba Nashr wa Ishāʿat, Wifāq al-Madāris al-ʿArabīya, 2023), 151.
[17]Al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj, Imām Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār al-Taʾṣīl, 2017), Kitāb al-Birr wa al-Ṣila wa al-Ādāb, Bāb al-Nahy ʿan Ḍarb al-Wajh, Ḥadīth No. 2697, 6:470–71.

نہ صرف تعلیمی اداروں میں غیر مؤثر ہے بلکہ بچوں کی اخلاقی، ذہنی اور جسمانی صحت کے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں بچوں کی تربیت کا مقصد ان کی اصلاح اور راہنمائی ہے۔ جس کے لیے نرم رویہ، محبت، حکمت اور مثبت تربیتی طریقے اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

7۔ تعلیمی ادارے اور جدیدیت سے آگاہی:-

موجودہ دور میں والدین اور اساتذہ دونوں کو چاہیے کہ وہ بچوں کو جدیدیت سے واقفیت دیں تاکہ وہ جدید تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھال سکیں۔ جدیدیت کے فروغ میں دونوں قسم کے تعلیمی ادارے چاہے وہ دینی ہوں یا عصری تعلیمی ادارے دونوں کو جدیدیت سے واقف ہونے کی اشد ضرورت ہے ۔ تعلیمی اداروں میں اساتذہ بچوں کو کمپیوٹر سکھائیں اور اس سے متعلق تمام معلومات فراہم کریں۔ کمپیوٹر موجودہ دور کی اہم ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ وہ بچے جو بڑی کلاسوں میں ہیں انہیں طب کے جدید طریقوں سے واقفیت دی جائے اگر ہم دین اسلام کی فروغ کے لیے انگریزی اور دیگر زبانیں سیکھتے ہیں تو اس سے دین اسلام کو بہت زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ ، كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا ، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً ، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ۔"[18]

"اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم عطا کیا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے زور کی بارش زمین پر پڑے... کچھ زمین نے پانی جذب کر لیا اور خوب نباتات اگائیں، کچھ نے پانی روک لیا اور لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا، اور کچھ ایسی تھی جو نہ پانی روک سکی نہ کچھ اگایا۔"

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق مختلف مثالوں سے ذہنی صلاحیتوں کی وضاحت بیان کی گئی ہے کہ ہر شخص کی شخصیت ہر طرح کے علم یا فن میں چمک نہیں رکھتی۔ دینی اور دنیوی دونوں طرح کے علوم اگر بین بین چلیں تو اس کا معاشرہ کو اور خود ایک فرد کو جو تعلیم کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہا ہے فائدہ مند رہتے ہیں۔ ایک فرد جو دینی اور دنیاوی علوم میں مہارت نہ رکھتا ہو لیکن واقفیت رکھتا ہو تو اس صورت میں وہ مسائل کے حل فراہم کر سکتا ہے جو معاشرہ میں سدھار کا باعث بنتے ہیں۔

اگر بچوں کو علوم کے حوالہ سے دیکھیں جیسے کہ دینی علوم سے واقفیت ہو اور جدید علوم سے ناواقف ہو تو وہ جدید دور کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جدید علوم سے تو واقف ہے لیکن دینی علوم اور سوجھ بوجھ نہیں تو وہ دنیاوی معاملات جن کا تعلق دین سے ہے انہیں سمجھنے سے قاصر ہو گا اور آخرت میں ناکامیوں کا سامنا کر سکتا ہے۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر حافظ حقانی میاں جامعہ ازہر مصر کو مدِ نظر رکھ کر مندرجہ ذیل امور لکھتے ہیں جو طالب علم کی کامیابی کے لیے ضروری ہیں:

۱۔ ایسے سکالر پیدا کرنا جو علوم دینی سے واقف ہوں لیکن عملی علم و تجربہ سے بھی تاکہ آئندہ کے لیے دین ان کے لیے پیشہ یا روزی روٹی کا تنہا ذریعہ بننے سے رہ جائے۔

۲۔ جامعات کی حدبندی ختم کرنا تاکہ ازہر والے علم عمل کے تمام میدانوں میں مساوی طور سے متابعت کر سکیں۔

[18] Al-Bukhārī, *Al-Jāmiʿ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh ﷺ wa Sunanihi wa Ayyāmihi*, Kitāb al-ʿIlm, Bāb Faḍl man ʿAlima wa ʿAllama, Ḥadīth No. 80, 1:252–53.

۳۔ علم و تجربہ کی یکساں مساوی مقدار باہم پہنچانا تاکہ وہ دانشوری اور نفسیاتی طور سے بھی دوسرے فرزندان سے کسی جگہ کم نہ ہوں۔[19]

موجودہ دور میں والدین کا تقاضہ بھی ہے اور تعلیمی ادارے بھی تعلیمی لحاظ سے خود کو اس قابل کر رہے ہیں کہ جدید تعلیم اور جدید ماحول بچوں کو فائدہ پہنچایا جائے۔ اس جدیدیت کی وجہ سے بچے اس قابل ہوں گے کہ وہ خود کو اس مقام تک لے جائیں گے جس مقام کا تقاضا معاشرہ کرتا ہے۔ اگر بچے اور ان کی تربیت کرنے والے عناصر خود کو وقت کے ساتھ ساتھ لے کر چلیں گے تو کامیاب ٹھہریں گے۔ اس معاملہ میں تعلیمی ادارے اور اساتذہ کے ساتھ ساتھ گھر میں بچوں کو والدین بھی جدیدیت اور جدید عوامل و عناصر سے متعارف کرواتے رہیں۔

8۔ طلب علم کے آداب:

علم کی طلب اس دنیا میں موجود تمام کاموں سے افضل اور اعلیٰ عمل ہے۔ علم کی طلب میں اسی وقت اضافہ ہوتا ہے جب کوئی بھی طالب علم اپنے استاد کی عزت کرتا ہے۔ سب سے پہلے والدین ہی بچے کے استاد ہوتے ہیں تو والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو اس طرح کی تعلیم و تربیت دیں کہ وہ اساتذہ کی عزت کریں۔ سب سے پہلے گھر میں ہی جب بچے والدین کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئیں گے تو ہی وہ باہر تعلیمی اداروں سے منسلک ہونے کے بعد اساتذہ کا ادب و احترام کریں گے۔ علم کے حصول کا پہلا زینہ ہی ادب و احترام ہے۔ بچوں کو علم کے حصول کے لیے جن آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیے ان کے بارے منیر قمریوں لکھتے ہیں۔ حصول علم کے لیے یہ چند آداب طالب علم کے لیے ضروری ہیں:

۱۔ طالب علم کی نیت کا صحیح ہونا۔

۲۔ استاد کے ایک ایک حروف کو توجہ سے سننا۔

۳۔ خوب غور و خوض سے مضامین کا دل میں اتارنا۔

۴۔ حاصل علم کا محفوظ کرنا۔

۵۔ اُس علم کو مزید پھیلانا۔

۶۔ دین دار ہونا۔

۷۔ جھوٹ نہ بولنا۔[20]

یہ چند وہ عناصر ہیں جو بچے کو تعلیم کے آداب سے واقفیت دیتے ہیں۔ ان عناصر سے واقفیت ہر گھر میں موجود والدین کے ضروری ہے۔ اگر بچے صاف نیت سے تعلیم حاصل کریں گے تو ہی علم ان کے ذہنوں میں علم پختہ ہو گا۔ اگر ان کا مقصد صرف ڈگری لینا یا اگلی جماعت میں جانا مقصد ہو گا تو وہ علم مجبوری میں حاصل کر رہے ہیں شوق سے نہیں۔ علم کے حصول کے لیے جذبہ اور لگن ضروری ہے۔ جو بھی ضروری اور فائدہ مندبات بچے اساتذہ یا والدین سے سیکھیں وہی بات اپنے ہم عمر ساتھیوں کو بھی بتائیں تاکہ وہ بھی اچھی باتیں سیکھ سکیں۔ جو بچے علم کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

علم کے حصول میں جہاں دیگر آداب ہیں وہاں سب سے زیادہ عمل دخل صبر کا ہے۔ تعلیمی عمل میں بعض اوقات ایسے لمحات بھی آتے ہیں جو کہ کٹھن ہوتے ہیں۔ ان کٹھن اوقات میں طالب علم صبر کا دامن نہ چھوڑے بلکہ خود پر قابو رکھے۔ علم حاصل کرنے کے لیے ہر لمحہ صبر کرنا پڑتا

[19] Qādirī, Ḥaqānī Miyān, Ḥāfiẓ, Dr., *Dīnī Madāris: Niṣāb, Niẓām-e-Ta'līm aur 'Aṣrī Taqāḍe* (Lahore: Maktaba Raḥmānīya, July 2002), 23.
[20]Qamar, Muḥammad Munīr, *Tarbiyat-e-Awlād* (India: Tawḥīd Publishers Bangalore, 2013), 199.-

ہے۔ بعض اوقات ایسے لمحے آتے ہیں جب نصاب میں مشکل اسباق پڑھائے جاتے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے تو اس وقت صبر سے کام لینا چاہیے۔ جو سبق نہ آرہا ہو اسے استاد سے پوچھنا چاہیے اور سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسی حوالہ سے قرآن مجید میں صبر کا یوں بیان ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْاۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[21]

اے ایمان والو! صبر کرو، صبر میں ایک دوسرے سے بڑھ کر رہو، (سرحدوں پر) ڈٹ کر مقابلہ کرو، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کا بھی یہی فرمان ہے کہ صبر اور اس کام کو جاری رکھنے میں ہی کامیابی ہے جس کی وجہ سے مشکلات درپیش ہیں۔ مشکل وقت میں صبر کے ساتھ خود کو اسی کام میں مگن رکھنا چاہیے کیونکہ مسلسل کوششوں سے مسائل حل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دل میں خوف ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ نجات ممکن ہوتی ہے۔ والدین اور اساتذہ بچوں کو اخلاص کا درس دیں کہ جو بھی کام ذمہ لگے اسے خلوص سے کریں اور اس معاملہ میں وقت کو قیمتی سمجھیں۔ وقت کو ضائع نہ کریں۔ جو کام ذمہ لگے اسے بعد پر چھوڑنے کی بجائے جلد از جلد ختم کریں۔ والدین گھر میں بچوں کی تربیت سے متعلق کتب فراہم کریں تاکہ بچے اُن کتابوں کا مطالعہ کر کے نئی باتیں سیکھیں۔ اسی طرح تعلیمی اداروں میں باقاعدہ لائبریریاں ہوتی ہیں تو اساتذہ کو چاہیے کہ وہ بچوں کو ان کے مطالعہ کے حساب سے راہنمائی کریں اور کتب تک رسائی دیں ۔ والدین اور اساتذہ کے اس اقدام سے بچے گھر اور سکول میں دونوں جگہ مطالعہ کر کے علمی لحاظ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ بچے جو اس طرح کے ماحول میں پرورش پائیں گے تو اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ معاشرہ میں باعزت زندگی گزاریں گے اور تعلیمی آداب بھی پورے ہوں گے۔

علم کے حصول کے لیے زیادہ وقت اور علم اساتذہ بچے کو دیتے ہیں۔ بچوں کے علم کے حصول میں سب سے زیادہ ادب و احترام کے حق دار اساتذہ ہوتے ہیں تو بچوں کو اس بات کی سمجھ دینی چاہیے کہ اگر انہوں نے نافع علم حاصل کرنا ہے تو استاد کی عزت کریں۔ استاد وہ ہے جو بچے کو انسانی معاشرہ میں عزت سے جینے کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ استاد صرف ادارے تک ہی نہیں ہوتا بلکہ جہاں استاد کا تذکرہ ہو یا اس سے ملاقات ہو طالب علم کو چاہیے کہ وہ تعظیم بجالائے۔ استاد کی عظمت اور ادب و احترام سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔"[22]

"بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم، بلکہ علم چھوڑا۔ پس جس نے اسے لیا، اس نے بہت بڑا حصہ لے لیا۔"

اس حدیث مبارکہ میں علم اور علماء کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو علم والے ہوتے ہیں انہیں کسی چیز کی طلب نہیں ہوتی سوائے علم کے۔ اہلِ علم کو انبیاء کا وارث کہا گیا ہے کیونکہ جو علم خدا نے انبیاء کو دیا وہ علم علماء خود حاصل کر کے لوگوں میں پھیلاتے ہیں جس سے افرادِ معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ استاد علم تقسیم کرتے ہیں اور اس علم سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جو اساتذہ کی قدر کرتے ہیں۔ والدین اور اساتذہ بچوں کی تعلیم و تربیت اسلامی اصولوں کی مدد سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک کامیاب فرد اور ایک بہترین راہنما کے طور پر معاشرہ میں اپنی پہچان بناتے ہیں۔ اساتذہ اور والدین کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو دنیا و آخرت میں کامیاب کر سکیں۔

---

[21] Āl ʿImrān, 3:200.
[22] Al-Sijistānī, Sulaymān ibn al-Ashʿath, Imām Abī Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd* (Beirut: Dār al-Taʾṣīl, 2015), Kitāb al-ʿIlm, Bāb al-Ḥathth ʿalā Ṭalab al-ʿIlm, Ḥadīth No. 3596, 6:5.

خلاصہ بحث

اسلامی تعلیمات میں والدین پر اولاد کی درست تعلیم، کردار سازی اور فکری تشکیل یقینی بنانا لازم ہے۔ لڑکے لڑکیوں کی جسمانی و نفسیاتی صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فطرت کے مطابق ماحول فراہم کریں۔ قرآنی سنت کی روشنی میں جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی توازن قائم کریں۔ والدین خود سچائی، دیانت، حیا، عدل اور ذمہ داری کا نمونہ بنیں۔ موجودہ دور میں ٹیکنالوجی، سوشل میڈیا اور مغربی اثرات نے تربیت کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اسلامی اصول ہی نسل نو کو اعتدال، اخلاق، دینی شعور اور معاشرتی توازن عطا کر سکتے ہیں۔ مقصد دنیاوی کامیابی کے ساتھ آخرت کی نجات ہے۔ متوازن شخصیت اللہ کی اطاعت، معاشرے کی فلاح اور دائمی کامیابی کی ضامن ہے۔ برائیاں علم کی روشنی سے ختم ہوتی ہیں، والدین اساتذہ مل کر صدقہ جاریہ کا سبب بنیں۔

تجاویز و سفارشات

* **قومی نصابی توازن پالیسی کا نفاذ:** وزارت تعلیم پاکستان فوری طور پر دینی و عصری مضامین کا 50:50 تناسب والا نصاب نافذ کرے تاکہ بچے دینی اخلاق اور جدید سائنس دونوں میں ماہر ہوں۔
* **والدین تربیتی ورکشاپس کا قیام:** ہر ضلع میں محکمہ تعلیم اسلامی مراکز کے ذریعے ماہانہ ورکشاپس منعقد کرے جہاں والدین قرآنی تربیت، سوشل میڈیا خطرات اور گھریلو نگرانی سیکھیں۔
* **اساتذہ اخلاقی کوڈ آف کنڈکٹ:** ہیڈ آفس اسکولوں میں اساتذہ کے لیے لازمی اخلاقی تربیتی کورسز شروع کریں، جسمانی سزا پر پابندی اور مثبت تقویت کو فروغ دیں۔
* **ڈیجیٹل اسلامک لائبریری نیٹ ورک:** آئی ٹی بورڈ پاکستان ہر سکول میں مفت ڈیجیٹل لائبریری قائم کرے جس میں قرآن، حدیث، سیرت اور عصری علوم کی ای بکس دستیاب ہوں۔
* **طلبہ صبر و ادب پروگرام:** نصاب میں کلاس 1 سے "ادبِ طلب علم" مضمون شامل کریں، جہاں صبر، استاد کی تعظیم اور علم پھیلانے کی عملی مشقیں کرائی جائیں۔
* **مدرسہ-سکول شراکت داری ماڈل:** وفاق المدارس اور پرائیویٹ سکولز بورڈ مشترکہ سالانہ پروگرام شروع کریں جہاں دینی اساتذہ عصری اداروں میں اخلاقیات پڑھائیں اور عصری اساتذہ مدارس میں کمپیوٹر سکھائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh ﷺ wa Sunanihi wa Ayyāmihi*. Beirut: Dār al-Ta'ṣīl, 2012.
* Al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Beirut: Dār al-Ta'ṣīl, 2017.
* Al-Sijistānī, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd*. Beirut: Dār al-Ta'ṣīl, 2015.
* Bukhārī, Tanwīr. *Islāmī Akhlāq wa Taṣawwuf*. Lahore: Ever New Book Palace, n.d.
* Jālandharī, Muḥammad Ḥanīf. *Madāris ke liye Niẓām-e-Taʿlīm wa Tarbiyat*. Multan: Shuʿba Nashr wa Ishāʿat, Wifāq al-Madāris al-ʿArabīya, 2023.
* Muḥammad ibn Jamīl. *Bachchon kī Taʿlīm wa Tarbiyat*. Lahore: Ḥadībiya Publishers, 2004.
* Mumtāz Aḥmad. *Rahbar ʿIlm al-Taʿlīm*. Lahore: Quraishī Brothers, 2014.

* Nadwī, Fayṣal Aḥmad Bhaṭkalī. *Bachchon ke Aḥkām wa Masā'il*. Lucknow: Idāra Iḥyā' al-'Ulūm wa Da'wa, 2011.
* Nadwī, Muḥammad Rābi' Ḥasanī. *Samāj kī Ta'līm wa Tarbiyat*. Lucknow: Maktaba Islām, 2004.
* Qādirī, Ḥaqānī Miyān. *Dīnī Madāris: Niṣāb, Niẓām-e-Ta'līm aur 'Aṣrī Taqāḍe*. Lahore: Maktaba Raḥmānīya, 2002.
* Qamar, Muḥammad Munīr. *Tarbiyat-e-Awlād*. Bangalore: Tawḥīd Publishers, 2013.
* Raḥmānī, Khālid Sayfullāh. *Dīnī wa 'Aṣrī Darsgāhein: Ta'līmī Masā'il*. Hyderabad: Al-Mahd al-'Ālī al-Islāmī, 2011.